OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

عجز و تعجیز اور اس سے متعلقہ قواعد شرعیہ: ایک مطالعہ
A Study of *‘jz and Ta‘jīz* and relevant *Sharī‘ah* Maxims

Shams ul Arfeen
Doctoral Candidate Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat
Dr. Arshad Munir Laghari
Professor/Chairman Department of Islamic Studies, Ghazi University, DG Khan

Abstract

This article studies *‘jz and Ta‘jīz* and relevant *Sharī‘ah* Maxims. It maintains that easiness and concession is promoted by Islam in *‘Ibādāt* (acts of worship), *Mu‘āmalāt* (Transactional dealings).This concept is endorsed by the Qur’ānic verses and Hadiths. Hardship and difficulties are alleviated by *Sharī‘ah*. There are many cases where alternatives are created. Many contracts are allowed for grant of easiness and for the removal of hardships from the people. Therefore this article will explain the Jurisprudential concept of *‘jz and Ta‘jīz* (**عجز وتعجيز**) and the related maxims of *Sharī‘ah* as they are very important in the development of *Fiqh*. Many prepositions can be solved through these rules.

Key Words: *‘jz, Ta‘jīz, Sharī‘ah* Maxims

تمہید

عجز کے معنی کسی کام کے کرنے پر قادر نہ ہونا یا کسی کام کے نہ کرنے کی طاقت رکھنا عجز و تعجیز کہلاتا ہے جیسا کہ منقول ہے **عجز عن الامر یعجز عجزا**۔ قادر نہ ہونے کی معنی میں مستعمل ہے۔ کسی کی نسبت دور اندیشی کے خلاف کرنا بھی عجز کہلاتا ہے۔ گویا کہا جاتا ہے **عجز فلانا رأی فلان**[1] ۔ اور یہ لفظ قدرت کی ضد ہے[2]۔ امام رافعی کے مطابق عجز سے مراد صرف ناممکن چیز ہی نہیں بلکہ ہلاکت کا اندیشہ بھی اس میں داخل ہے۔[3] اصولیین کے مطابق کسی شخص کو مکلف بنانا تب جائز ہے جب کہ اس شخص کو کسی کام پر قدرت ہو اور اس قدرت کے ذریعے وہ کام جس کا شریعت نے حکم دیا ہے اسے سرانجام دے سکے۔ اور یہ ہر

CC BY

مامور به کے لئے شرط ہے۔ عجز سے متعلقہ الفاظ کئی ہیں، مثلاً: **رخصت**: رخصت کا لفظ آسانی اور نرمی پر دلالت کرتا ہے یہ فعل عربی زبان کے لفظ **رخص** سے ہے۔ جس کے معنی کم کرنے کے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے "**رخص السعر**" یعنی نرخ کم ہو گئے۔ اور کہا جاتا ہے "**رخص الشرع لنا فی كذا**" یعنی شارع نے اس میں آسانی اور سہولت دے دی ہے۔ عربی زبان میں رخصت کے لغوی معنی تسہیل، تخفیف، تیسر اور عدم تشدید کے آتے ہیں۔[4] اصطلاحی طور پر وہ حکم شرعی جو مشکل سے سہولت کی طرف منتقل ہوا ہو اور جس میں کسی عذر کی وجہ سے آسانی پیدا کر دی گئی ہو، اگرچہ بنیادی حکم کا سبب اپنی جگہ پر قائم ہے۔[5] اس لحاظ سے عجز رخصت کا ایک سبب ہے۔ **تیسیر**: تیسیر کا لفظ یسر سے نکلا ہے اس کے لغوی معنی سہولت اور آسانی کے ہیں اور یہ **عسر** کی ضد ہے۔ اس کے اصطلاحی اور لغوی معنی ہم معنی ہیں۔ عجز بھی **تیسیر** کا ایک سبب ہے۔[6] **قدرت**: قدرت کا لغوی معنی کسی چیز کی طاقت رکھنا اور اس کے ادا کرنے پر قادر ہونا قدرت کہلاتا ہے۔[7] اصطلاحی طور پر یہ ایسا وصف ہے جس کی وجہ سے کوئی حیات شخص اپنے ارادہ سے کسی فعل کے کرنے اور چھوڑنے پر قدرت رکھتا ہو۔[8] اس مضمون میں عجز و تعجیز اور اس سے متعلقہ قواعد شریعہ پر بحث کی گئی ہے۔

عجز کے اسباب

عجز کے مختلف اسباب ہیں اس لئے کہ مطلوب مختلف ہونے سے سبب بھی مختلف ہو جاتا ہے مطلوب کا تعلق عبادات اور معاملات میں سے کسی سے بھی ہو سکتا ہے اور وسائل کا معدوم ہونا مطلوب کے حاصل ہونے سے عجز کا سبب سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ پانی کا معدوم ہونا بذریعہ پانی، پاکی کے حصول سے عجز کا ایک سبب ہے،[9] تنگدست ہونا انفاق سے عجز کا ایک سبب ہے۔[10] اسباب کا نہ ہونا عذر کہلاتا ہے اور عذر عجز کا ایک سبب ہے[11] عجز کے مختلف اسباب ہیں اور وہ ضرورت کے مطابق مختلف ہوتے رہتے ہیں، لہٰذا ہر وہ عمل جو عقود معاوضہ (جیسے بیع و شراء، شرکت، مضاربہ) یا عقود التبرع (جیسے ہبہ، وصیت وغیرہ) سے متعلق ہو۔ اس میں تصرف کے مختلف طرق ہیں اگر یہ طرق اور وسائل موجود نہ ہوں تو مقصد کے حصول میں ناکامی کے سبب کو ہی عجز کا سبب سمجھا جاتا ہے۔ عجز کے دو اسباب ہیں۔ حسی اور معنوی۔

عجز کے حسی اسباب: ایسے اسباب ہیں جن کا مشاہدہ اور معائنہ کیا جا سکتا ہے اور جس میں عامل کا عمل دخل ہوتا ہے۔ جیسا کہ غصب، کیونکہ اگر مغصوب ہلاک ہو جائے اور وہ مثلی، کیلی یا وزنی ہو جیسے کہ گیہوں، درہم، دنانیر وغیرہ تو مثل مغصوب واپس کرنا ضروری ہے۔ اور اگر مثل منقطع ہو جائے یعنی وہ مارکیٹ میں نہ پائی جاتی ہو تو اس کی قیمت واجب ہے۔ کیونکہ اب اس میں عجز کا سبب پایا جاتا ہے۔[12]

عجز کے معنوی اسباب: وہ ہیں جن کا مشاہدہ اور معائنہ نہیں کیا جا سکتا اور جس میں عامل کا عمل دخل نہیں ہوتا۔ اور یہ اہلیت ادا اور اہلیت وجوب پر مشتمل ہے۔

اہلیت وجوب: ایسی صلاحیت کا وجود جس سے انسان پر احکام شرعیہ واجب ہو جائیں۔[13]

اہلیت اداء: بندے میں ایسی قدرت کا ہونا جس کی بنیاد پر احکام شریعہ ادا کر سکے، پھر اہلیت ادا یا تو قاصرہ ہو گی یا کاملہ ہو گی۔

اہلیت قاصرہ: ناقص قدرت، ناقص عقل اور ناقص جسم کے ساتھ احکامِ خداوندی ادا کرنے کی صلاحیت کو اہلیت قاصرہ کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر بچہ اس کے بدن کی قدرت اور اس کی عقل سب ناقص ہیں اور اہلیت قاصرہ کہلاتا ہے۔

اہلیت کاملہ: کامل قدرت، کامل عقل، اور کامل جسم کے ساتھ احکام خداوندی ادا کرنے کی صلاحیت کو اہلیت کاملہ کہتے ہیں۔ مثلاً عاقل و بالغ انسان کا جسم قدرت اور عقل کامل ہے۔[14]

اہلیت کے معنوی امور: اصولیین عجز کے اسباب کا ذکر اہلیت کے معنوی امور مثال کے طور پر جنون اور عتہ وغیرہ پر بحث کے ضمن میں کرتے ہیں اور ان کو عوارض کے نام سے جانا جاتا ہے اور عوارض دو طرح کے ہیں، عوارض سماوی اور عوارض کسبی۔

عوارضِ سماوی وہ ہیں جس میں بندوں کا اختیار نہیں ہوتا اسی لئے ان کی نسبت آسمان کی طرف کی جاتی ہے۔ اور عوارض کسبی وہ ہیں جن کے آنے میں انسان کا عمل دخل ہوتا ہے۔[15]

عجز کے اثرات

شریعت اسلامیہ میں احکام و قوانین میں آسانی اور سہولت کو ملحوظ رکھا گیا ہے ایسی تنگی اور دشواری جو انسان کی برداشت سے باہر ہو اسے ختم فرمایا گیا ہے چنانچہ جو شخص کسی کام کرنے سے عاجز ہوتا ہے شریعت اس کے لئے آسانی پیدا فرماتی ہے تاکہ اس سے حرج و مشقت دور ہو جائے۔ چنانچہ عجز، عبادات معاملات حدود اور قضا وغیرہ میں سہولت اور آسانی پیدا کرنے کا ایک سبب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "**لا يكلف الله نفسا الا وسعها**"[16] "اللہ تعالیٰ کسی کو مکلف نہیں بناتا مگر اس کی استطاعت کے مطابق"۔

تخفیف کی اقسام بوجہ عجز

تخفیف اسقاط: کسی عذر کی وجہ سے حکم شرعی بالکل ساقط کرنا جیسے محرم نہ ہونے کی صورت میں عورت سے حج کا ساقط ہونا، اور اسی طرح عورتوں سے جمعہ اور حج کا ساقط ہو جانا۔ اس کو یوں بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ اگر انسان مطلوب کی ادائیگی سے عاجز ہو جائے اور اس کا کوئی بدل بھی نہ ہو تو وہ ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک فقیر سے حج کا ساقط ہونا۔[17]

مطلوب کے بدل کی طرف منتقل کرنا: اگر انسان مطلوب کی ادائیگی سے عاجز آجائے لیکن اس کا کوئی بدل موجود ہو تو حکم بدل کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جیسا کہ کسی شخص کا وضو یا غسل کے لئے باقی کے استعمال سے عاجز ہو جانے کی صورت میں اس کے بدل یعنی تیمم کی طرف منتقل ہو جانا، ارشاد باری تعالیٰ ہے " **وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا** "[18] (اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمّم کرو)۔ بدل کو مبدل کی جگہ تب سمجھا جاتا ہے جب کہ ذمہ سے بری ہونے کے لئے مبدل کی ادائیگی ناممکنات میں شامل ہو اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بدل اور مبدل اجر میں مساوی نہیں ہیں اس لئے کہ اجر بوجہ مصالح ہے لہذا کفارہ میں روزہ غلام آزاد کرنے کی طرح نہیں ہے۔ ایسے ہی تیمم وصو کی طرح نہیں ہے کیونکہ اگر دونوں برابر ہوں تو بدل کی طرف انتقال کی صورت میں مبدل کے معدوم ہونے کی شرط نہ رکھی جاتی[19] مزید یہ کہ مطلوب یا تو وقت کے ساتھ قید ہو گا یا نہیں ہو گا اگر وقت کے ساتھ قید نہیں ہے تو ثمن پر قدرت کے باوجود اس سے تعجیز کی صورت میں اس کو ترک نہیں کیا جائے گا، لیکن اگر وقت کے ساتھ ساتھ قید ہو تو بدل کی طرف منتقل کیا جائے گا مثال کے طور پر حج تمتع کرنے والے کے پاس مال ہو اور اس کو قربانی کا جانور نہ ملے تو اس صورت میں اس پر روزہ واجب ہے کیونکہ یہ وقت کے ساتھ مقید ہے اور حج کی مدت شرعیہ کے دوران ہی اس پر تین روزے لازم ہیں۔[20]

متبادل کا آغاز کرنے کے بعد اصل کا پایا جانا: متبال کے آغاز کے بعد اصل کا وجود جو شخص اصل سے عاجز ہو جائے اور پھر بدل کو اپنا لے اور اس دوران ہی اصل پر اس کی قدرت آجائے تو اگر بدل اپنی ذات میں مطلوب ہو دوسری عبادت کے لئے نہ ہو تو اس کے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی مثلاً اگر حج تمتع کی ادائیگی کرنے والا انسان تین ایام روزہ رکھنے اور پھر لوٹنے کے بعد ہدی پر اس کی قدرت آجائے تو وہ دو روزوں کی تکمیل کرے گا بعد از ہدی کے وجود کا پایا جانا موثر نہیں ہو گا، لیکن اگر بدل بالذات مطلوب نہ ہو بلکہ وہ کسی دوسری عبادت کے لئے مطلوب ہو تو اب حکم میں تبدیلی آجائے گی مثال کے طور پر دوران تیمم یا اس سے فراغت کے بعد نماز کے آغاز سے پہلے پانی پر قدرت آجائے تو تیمم کا وجود برقرار نہیں رہے گا کیونکہ تیمم دوسری عبادت کے لئے مطلوب ہے لہٰذا مطلوب کے آغاز سے پہلے برقرار نہیں رہ سکتا۔[21]

مطلوب کے بعض سے تعجیز: مکلف شخص اگر بعض پر قادر ہو اور بعض سے عاجز ہو تو جتنے حصے پر قدرت ہے اس کی ادائیگی اس پر ضروری ہے اور جتنے حصے سے عاجز ہے تو وہ اس سے ساقط ہو جائیگا۔[22] ارشاد باری ہے " **لا یکلف الله نفسا**"، حضور ﷺ کا ارشاد ہے **اذا امرتکم بامر فاتو منه ماستطعتم**۔ جب میری طرف سے تمہیں کوئی حکم دیا جائے تو استطاعت کے مطابق انجام دیں۔[23] امام سیوطی مطلوب کے بعض سے تعجیز کو ایک قاعدہ فقہیہ کے تحت ذکر کرتے ہیں اور وہ قاعدہ ہے **المیسور لایسقط بالمیسور** یعنی انسان جس حصے کے ادا کرنے پر قادر ہو وہ اس حصے کی وجہ سے ساقط نہیں ہو گا جس کی ادائیگی پر وہ قادر نہ ہے امام سبکی کے مطابق یہ ایک مشہور قاعدہ ہے۔[24]

عجز سے متعلقہ قواعدِ شریعہ

شریعت کے مختلف احکام کا مقصد بندوں کے مصالح کی تحقیق، مصالحتی حفاظت اور ان سے ضرر کو ختم کرنا ہے۔ مصالح سے مراد وہ مصالح نہیں ہیں جن کو انسان اپنی حسب خواہش مصلحت و فائدہ کہے، حقیقی مصلحت وہ ہے جو شریعت کے نزدیک مصلحت ہے نہ کہ انسانی خواہش و چاہت کے نزدیک مصلحت ہے۔[25] فقہانے ایسے قواعد وضع کئے ہیں جن میں عجز کے اسباب کو جمع کیا ہے اور ان سے متعلقہ شریعت اسلامیہ کی طرف سے دی گئی سہولتوں کو واضح کیا ہے۔ یہ قواعد شرعیہ مندرجہ ذیل ہیں:

المشقة تجلب التیسیر

یعنی مشقت آسانی کو لاتی ہے۔ اس قاعدے کا مطلب یہ ہے جب کوئی عمل باعث مشقت ہو تو شریعت اسلامیہ کی طرف سے اس میں تخفیف ہوتی ہے [26] ارشاد باری تعالیٰ ہے " **یرید الله بکم الیسرولا یرید بکم العسر**"۔[27] اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا اور ارشاد خداوندی ہے "**وما جعل علیکم فی الدین من حرج**"۔[28] اور اس نے ان پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں کی۔ یہ قاعدہ شریعت کی تمام رخصتوں اور تخفیف کی بنیاد ہے [29] لہٰذا سفر، مرض، اکراہ، نسیان، جہالت، عسر اور عموم بلوی نقص مثلاً نقص (عقل و دانش میں کمی) باعث تخفیف ہے اسی لیے صبی اور مجنون احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں اور اسی وجہ سے ان کے امور کو ان کے ولی کے سپرد کیا گیا ہے۔[30]

مشقت کی تعریف

مشقت کے لغوی معنی مصیبت دشواری کے آتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے " **وتحمل اثقالکم الی بلدلم تکونوا بالغیه الا بشق الانفس**"[31] اور تمہارے بوجھ لاد کر ایسے شہر لے جاتے ہیں جہاں تم جان جوکھوں میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ مشقت کا اصطلاحی معنی **العسر والعناء الخارجین عن حدالعادة فی الاحتمال** ۔[32] علامہ شاطبی نے مشقت

کو حرج کے ساتھ خاص کیا ہے ،لہذا حرج کی تعریف کرتے ہیں۔ **واصل الحرج الضيق فما كان من معتادات المشقات فى الاعمال المعتاد مثلها فليس بحرج لغة ولاشرعا۔** حرج کا اصل مطلب تنگی ہے چنانچہ جو مشقتیں معتاد ہوں اور عموماً اعمال میں اس جیسی مشقت پائی جاتی ہو تو یہ نہ لغوی اعتبار سے حرج ہے نہ شرعی اعتبار سے۔[33]

تیسیر کا لفظ یسر سے نکلا ہے جس کے معنی سہولت اور آسانی کے ہیں۔**ولقد يسرناالقرآن للذكر فهل من مدكر**[34] یعنی ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان بنادیا ہے کیا اب ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ حدیث شریف ہے **يسروا ولاتعسروا بشروا ولاتنفروا۔**[35] اس قاعدے کو یوں بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ **كلما وجدت المشقة وجد التيسير۔**[36] جب کبھی مشقت ہو گی تو اس کے ساتھ تیسیر بھی ہو گی

رخصت اور سہولت کے اسباب

سفر: نماز کو قصر کرنا، روزہ افطار کرنے کی رخصت دی گئی ہے۔ مرض: سخت مرض کی وجہ سے نماز بیٹھ کر یا اشاروں سے پڑھنا اور روزہ افطار کرنے کی رخصت ہے۔

اکراہ: یہ لفظ "کرہ" سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے ناپسندیدگی اور نفرت۔ اکراہ کے معنی جبر اور زبردستی کے بھی ہیں کیونکہ وہ شخص جس کو مجبور کیا جارہا ہے اس میں اسکی عدم رضا ہوتی ہے علامہ بزدوی لکھتے ہیں۔ **حمل الغير على امريكرهه ولا يريد مباشرته لولا المحل عليه۔**[37] کسی اور کو ایسے کام کے کرنے پر مجبور کرنا جس کو وہ ناپسند کرتا ہو اور اگر زبردستی کرنے والا نہ ہوتا تو وہ اس کام کو نہ کرتا۔ مجبوری کی صورت جان کی حفاظت کے لئے زبان سے کلمہ کفر کہنا جائز ہے بشرطیکہ دل اس کی گواہی نہ دے اور ایمان پر مطمئن ہو۔[38]

نسیان: اس کے لغوی معنی بھول جانے کے ہیں اور اصطلاحی طور پر اسکی تعریف یہ ہے کہ بوقت ضرورت کسی چیز کا یاد نہ رہنا علامہ حموی لکھتے ہیں **عدم استحضار الشئ وقت الحا جة**[39] یعنی ضرورت کے وقت کسی چیز کا مستحضر نہ ہونا نسیان ہے۔ نسیان احکام شریعت میں تیسیر کا سبب ہے جیسا کہ روزہ کی حالت میں بھول کر کھانے والے کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔[40]

جہل: جہل کے لغوی معنی ناواقفیت کے ہیں اور اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ علم کی صلاحیت کے باوجود علم سے محروم ہونا چنانچہ علامہ ابن حمام جہل کی تعریف یوں کرتے ہیں۔ **الجهل: عدم العلم عما من شا نه۔**[41] ترجمہ جس میں علم کی صلاحیت ہو اس کا کسی چیز سے ناواقف ہونا جہل کہلاتا ہے۔ جہل کی وجہ سے بھی شریعت میں تسیر دی گئ ہے۔ مثلا اگر مشتری کو بیع کے وقت اسکے خاص وصف کا علم تھا لیکن اسے یہ علم نہ ہو کہ یہ وصف ایک عیب بھی ہے چنانچہ مشتری نے بیع پر قبضہ کر لیا اور بعد میں اسے یہ علم ہوا کہ مذکورہ وصف عیب ہے تو اس کو خیار عیب حاصل ہو گا اگرچہ خریدتے وقت مذکورہ وصف سامنے تھا۔[42]

عسر و عموم بلوی: عسر و یسر ضد ہے۔ مطلب مشکل اور دشواری مثال کے طور پر مالی تنگی ہونے کی صورت میں مقروض کو مہلت دیئے جانا۔[43] جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔**وان كان ذوعسرة فنظرة الى ميسره۔**[44]

عموم بلوا: عموم بلوا سے مراد ایسی صورت حال ہے جس سے انسان کا بچنا آسان نہ ہو[45] شریعت نے عموم بلوا کی وجہ سے بہت ساری سہولتیں عطا کی ہیں جیسا کہ بیع الوفا، مزارعت، مساقات، بیع السلم اور اجارہ، ان سب میں شریعت نے سہولت اس لیے عطا کی کہ ان کا ابتلا عام ہو چکا ہے اور اجازت نہ ملنے کی صورت میں عوام الناس کو تنگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دوسری مثال یوں

ہے کہ شریعت کی نظر میں گونگے کے اشارے سے بھی عقود کا نفاذ ہو جاتا ہے کیونکہ اگر اس کو معتبر نہ مانا جائے تو مشقت کا اندیشہ ہے۔

نقص: عقل و دانش میں کمی بھی سہولت اور تخفیف کا باعث ہے اور انکے معاملات کو ان کے ولی کے سپرد کیا جائے۔[46] مثال کے طور پر کسی کا نابالغ ہونا یہ سہولت اور تخفیف کا باعث ہے جو کام بالغ سر انجام دے سکتا ہے وہ چھوٹا بچہ نہیں دے سکتا اس لیے شریعت نے صبی (بچے) کو احکام شریعہ میں سہولت دی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بچہ احکام شریعہ کا مکلف نہیں ہے۔[47]

المشقت تحلب التیسر کے ذیلی قواعد

قاعدہ :الضرورات تبیح المحظورات: ضرورتیں ممنوع کاموں کے جواز کا باعث ہیں یا دوسرے الفاظ میں اسے یوں تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں یہ قاعدہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "**الا مااضطررتم الیه**"[48] اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد "**فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه ان الله غفور رحیم**"[49] سے ماخوذ ہے۔

ضرورت کا معنی اور مفہوم

اس کے لغوی معنی ہیں "سخت ضرورت" یہ "ضرورۃ" کی جمع ہے۔ اصطلاحی تعریف مختلف انداز میں کی گئی ہے۔ امام جصاص نے اس کی تعریف یوں کی ہے۔**الضرورة هی خوف الضرر بترک الاکل اما علی نفسه اوعلی عضو من اعضائه**[50] یعنی ضرورت یہ ہے کہ نہ کھانے کی وجہ سے جان چلی جانے کا خوف ہو یا انسان کے کسی عضو کے ضائع ہو جانے کا ڈر ہو۔ علامہ زرکشیؒ نے ضرورت کی تعریف یوں کی ہے۔ **فالضروة۔ بلوغه حدا ان لم یتناول الممنوع هلک اوقارب کالمضطر للاکل واللبس بحیث لوبقی جائعا اوعربا نا لمات اوتلف منه عضو، وهذا یبیح تناول المحرم۔**[51] یعنی ضرورت یہ ہے کہ انسان اس حد تک پہنچ جائے کہ اگر ممنوع چیز استعمال نہیں کرے گا تو ہلاک ہو جائے گا یا ہلاک ہونے کے قریب ہو جائے گا۔ مثلاً ایسا مجبور شخص جسے کھانے یا کپڑے کی سخت ضرورت ہو کہ وہ بھوکا رہا یا برہنہ رہا تو مر جائے گا یا اس کا کوئی عضو تلف ہو جائے گا، یہ حالت حرام کو مباح کر دیتی ہے۔

تبیح: اس کے لغوی معنی گنجائش اور وسعت دینے کے آتے ہیں اصطلاحی معنی کسی چیز کو جائز قرار دینا اور اس کے فعل اور عدم فعل کی اجازت دینا۔ اباحہ کی اصطلاحی تعریف کچھ یوں ہے " **الا باحة: اظهره وجهربه، واباح المحظور:جعله حلالا، الاذن باتیان الفعل کیف شاءالفاعل فی حدودالاذن**"[52] یعنی ظاہر کرنا اور آواز بلند کرنا اباحت ہے۔ منع کی گئی چیز کو مباح کرنے کا مطلب ہوتا ہے کسی چیز کو حلال کرنا اور فاعل کو یہ اجازت دینا کہ وہ اذن میں رہتے ہوئے جس طرح چاہے عمل کرے۔[53]

المحظورات یہ **محظورہ** کی جمع ہے۔ اس کے لغوی معنی منع کرنے کے ہیں اور اس کے اصطلاحی معنی ہیں۔ **منع الشئ منعا یثاب علی ترکه ویعاقب علی فعله۔**[54]

قاعدہ کا مفہوم: اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کو عظمت بخشی ہے اور اسے محفوظ رکھنے کا حکم دیا ہے انسانی جان اگر تکلیف میں ہو تو اس تکلیف کو ختم کرنے کے لئے بہت سے احکام کو مشروع کیا ہے مثلاً سخت بھوک سے جان جانے کا خدشہ ہو تو مردار کھانا جائز ہے۔ اسی طرح کسی کو زبان سے کلمہ کفر کے اجراء پر مجبور کیا گیا کہ اگر ایسا نہیں کرے گا تو جان سے مار دیا جائے گا تو اسے شرعاً کلمہ کفر جاری کرنے کی رخصت حاصل ہو گی۔[55]

مجبوری میں رشوت دینا: رشوت لینا اور دینا دونوں ہی ممنوع ہیں راشی اور مرتشی کے لئے احادیث وعیدیں وارد ہوئی ہیں لیکن اگر کوئی شخص قانون کے تقاضوں کو پورا کرنے کے باوجود رشوت دیئے بغیر اپنا حق وصول نہ کر سکتا ہو تو اپنے جائز حق کو لینے کی خاطر رشوت دینا جائز ہے لیکن اس سے رشوت لینے والے کے لئے جائز ہونے کا تصور پیدا نہیں ہوتا، قاعدہ ھذا کا لازمی نتیجہ **ابیح للضرورۃ یتقدر بقدرھا۔**[56] کی صورت میں نکلتا ہے، یعنی جو چیز ضرورت کے ماتحت مباح قرار دی جائے وہ ضرورت کی مقدار پر ہی مباح ہو گی۔ مثلاً جو شخص اضطرار کی وجہ سے مردار کھاتا ہے وہ اسی قدر کھائے جس سے زندگی کی رمق باقی رہے اسی طرح طبیب علاج کے لئے بقدر حاجت مریض کے ستر کو دیکھ سکتا ہے زیادہ نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلااثم علیه ان الله غفور رحیم**[57]۔ شبیر احمد عثمانی "**غیر باغ ولا عاد فلااثم علیه**" کی تفسیر میں لکھتے ہیں یعنی اشیاء مذکورہ حرام ہیں لیکن جب کوئی بھوک سے مرنے لگے تو اس کو لاچاری کی حالت میں کھانے کی اجازت ہے بشرطیکہ نافرمانی اور زیادتی نہ کرے نافرمانی یہ کہ مثلاً نوبت اضطرار کی نہ پہنچے اور کھانے لگے اور زیادتی یہ کہ قدر ضرورت سے زائد خوب پیٹ بھر کر کھالے بس اتنا ہی کھائے جس سے مرے نہیں۔[58] اگر کسی شخص کو سخت بھوک لاحق ہو جسکی وجہ سے اسکی جان کو خطرہ ہو اس کے پاس اپنا مال نہ ہو تو اس کے لئے بقدر ضرورت دوسرے کا مال لینا جائز ہے جس سے اسکی جان بچ جائے، ضرورت سے زیادہ لینا جائز نہیں ہو گا اور بعد میں دوسرے شخص کو ضمان بھی ادا کرنا ہو گا۔[59]

قاعدہ :اذا بطل الاصل یصار الی البدل

قاعدہ کا مفہوم: احکام شریعہ میں اصلی حالت پر عمل کرنا مقصود ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شرعی عذر سامنے آجائے تو شریعت حکم اصلی کی بجائے اس کے متبادل کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ صورۃ ثانیہ کو رخصت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر دو آدمیوں کے درمیان عقدِ اجارہ مہینے کے بالکل آغاز میں ہو گیا تو اب ہر مہینے کے آغاز اور اختتام کا اعتبار بذریعہ چاند ہو گا۔ اس لئے کہ یہ اصل ہے لیکن اگر یہی عقد مہینے کے درمیان میں ہوا۔ تو صورۃ ہذا میں چاند پر عمل کرنا ممکن نہ ہے اس لئے دونوں کا اعتبار ہو گا اور 30 دن کے لحاظ سے ایک ماہ شمار کیا جائے گا۔[60] عقدِ اجارہ میں نقدی کی بجائے عین چیز چیز کو بطور اجرت مقرر کیا جائے تو اب اصل یہی ہے کہ کرایہ دار وہ عین چیز ہی اجرت کے طور پر ادا کرے اس لئے کہ یہ اصل ہے لیکن اگر عین چیز دینے سے پہلے ہی ہلاک ہو جائے تو اب کرایہ ادا کرنے والے شخص پر اجرتِ مثل لازم ہو گی۔ کیونکہ اجرت مثل بدل ہے۔[61]

قاعدہ : اَلْاَمْرُ اِذَا ضَاقَ اتَّسَعَ [62]یعنی جب کسی امر میں تنگی پیدا ہو جائے تو وہاں وسعت دی جائے گی۔

مفہوم: اگر کسی شخص کو شریعت کے اصل حکم پر عمل کرنے میں تنگی لاحق ہو رہی ہو تو وہاں آسانی دی جائے گی تاکہ تنگی دور ہو۔ مثلاً کسی شخص کے لئے نماز میں قیام، باعثِ مشقت ہو تو شرعاً اسے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہو گی، اسلئے کہ مشقت باعث سہولت ہو گی۔ علامہ ابن نجیمؒ مذکورہ قاعدہ میں الفاظ کا اضافہ کچھ یوں کرتے ہیں" **ان الأمر إذا ضاق اتسع ، وإذا اتسع ضاق**"[63] یعنی جب کام میں تنگی پیدا ہو جائے تو وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب کام میں آسانی لوٹ آئے تو دوبارہ تنگی آجاتی ہے۔ دوبارہ تنگی کا مطلب اصل حکم کا پیدا ہو جانا ہے۔ **وإذا اتسع ضاق** اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حکم اصلی میں جب دوبارہ آسانی آجائے اور عمل کرنے میں کوئی تنگی نہ رہے تو تنگی دور کرنے کی وجہ سے جو حکم دیا گیا تھا وہ باطل متصور ہو گا پہلی مثال یہ ہے کہ عارضی منعِ حمل کی تدابیر اور ادویہ کا استعمال عام حالت میں جائز نہیں ہے، مگر جب عورت بہت کمزور ہو، ماہر اطباء کی رائے میں وہ حمل کی متحمل نہیں ہو سکتی، اور حمل ہونے سے اسے شدید ضرر لاحق ہونے کا قوی اندیشہ ہو، نیز ماہر

اطباء کی رائے میں عورت کو ولادت کی صورت میں نا قابلِ برداشت تکلیفوں اور ضرر میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو ان صورتوں میں عارضی منعِ حمل کی تدابیر اور ادویہ کے استعمال کی گنجائش ہوگی۔[64] دوسری اسکی مثال یہ ہے کہ اگر ایک شخص مقروض اور تنگدست ہے، قرض کی ادائیگی پر قادر نہیں ہے اور اسکی طرف سے کوئی ذمہ داری لینے والا بھی نہ ہو تو اس کو مہلت دی جائے گی حتیٰ کہ وہ اسکی ادائیگی پر قادر ہو جائے اور اسے یہ بھی سہولت دی جائے گی کہ وہ قرض قسطوں پر ادا کر دے اگر وہ ایک ہی دفعہ اسکی ادائیگی پر طاقت نہیں رکھتا۔

قاعدہ: **مَا جاَزَبِعُذْرٍ بَطَلَ بِزَوَالِهٖ** یعنی جو چیز کسی عذر کے سبب ثابت ہو، وہ زوالِ عذر سے باطل ہو گی۔[65] مثال اول یہ ہے کہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیّمم جائز ہے، لیکن جب پانی مل جائے اور اس کے استعمال پر قدرت بھی ہو تو تیّمم باطل ہو گا۔ دوسری مثال یہ ہے کہ کوئی شخص دردِ سر، چکر یا ضعف و کمزوری کے سبب قیام پر قادر نہ ہو، تو اس کے لئے ترکِ قیام کر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن جب وہ قیام پر قادر ہو جائے، تو یہ جواز ختم ہو گا اور اس پر قیام لازم ہو گا۔

قاعدہ: **اَلْحَاجَةُ تَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الضَّرُوْرَةِ** یعنی حاجت ضرورت کا درجہ اختیار کرتی ہے۔[66] مثلاً بیع سلم میں مبیع معدوم ہوتی ہے، اس لئے قیاس تو یہ ہے کہ وہ جائز نہ ہو، کیونکہ معدوم کی بیع شرعاً درست نہیں، لقولہ علیہ السلام: " **لا تبع ما لیس عندک**" مگر مفلسوں کی حاجت روائی کے لئے اس کو جائز قرار دیا گیا۔[67]

قاعدہ **اَلْاِضْطِرَارُ لَا يُبْطِلُ حَقَّ الْغَيْرِ** "یعنی اضطراری حالت، حقِ غیر کو باطل نہیں کرتی ہے۔[68] مثلاً بھوک کی وجہ سے کسی انسان کی جان جانے کا اندیشہ ہے، ایسی حالت میں شریعت نے اسے دوسرے کا کھانا کھانے کی اجازت تو دی ہے، مگر اس اضطراری حالت کے سبب ضمانِ طعام باطل نہیں ہو گا، کیونکہ وہ حقِ غیر ہے۔

قاعدہ: **اَلضَّرَرُ الْاَشَدُّ يُزَالُ بِا لضَّرَرِ الاْ خَفّ** یعنی سخت ترین ضرر کو ہلکے ضرر سے دور کیا جائے گا۔[69] مثلاً اگر باپ اپنے نابالغ بچے کا نفقہ روک دے تو اس کو قید کیا جائے گا، کیونکہ باپ ضرر بچہ کے ضرر سے ہلکا ہے، اور وہ اس فوح کہ عدمِ اتفاق سے بچہ کا ضیاع لازم آتا ہے، جو اشدِ ضرر ہے، جب کہ حبس والد سے والد کو جو ضرر لاحق ہوتا ہے، وہ ایسا نہیں ہے، یعنی اخف ہے تو ضررِ اشد کو دور کیا جائے گا ضررِ اخف کو برداشت کر کے، یعنی عدمِ اتفاق کی صورت میں باپ کو قید کیا جائے گا، تاکہ وہ نابالغ کا نفقہ دیدے۔

قاعدہ: **اِذَا تَعَذَّرَتِ الْحَقَيْقَةُ يُصَارُ اِلَى الْمَجَازِ**: یعنی جب حقیقت متعذر ہو تو مجاز کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔[70] مثلاً اگر کسی آدمی نے فلاں کے بیٹوں کے لئے کسی چیز کی وصیت کی اور اس فلاں کے بیٹے نہ ہوں، بلکہ پوتے ہوں تو اس موصی کا کلام مجازاً پوتوں پر محمول ہو گا اور وہ (پوتے) وصیت کردہ شئ کے حق دار ہوں گے۔

قاعدہ:: **اَلْمَيْسُوْرُ لَا يَسْقُطُ بِالْمَعْسُوْرِ**: یعنی میسور معسور سے ساقط نہیں ہوتا۔[71] فائدہ: جس کام کو انسان بآسانی کر سکے اسے " میسور" کہتے ہیں اور جس کا کرنا متعذر و دشوار ہو اسے " معسور" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص قیام پر قادر نہیں لیکن رکوع و سجود پر قادر ہے، تو اس صورت میں اس سے نماز ساقط نہیں ہو گی، بلکہ اس پر بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے۔[72] دوسری مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا کوئی عضو کٹا ہو، تو اس سے غسلِ واجب ساقط نہ ہو گا، بلکہ اس پر بقیہ اعضاء کا غسل لازم ہو گا۔[73] تیسری مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بے وضو ہو اور اس کے جسم پر نجاست بھی ہو اور پانی اس قدر ہو کہ محض ایک کے لئے ہی کافی ہو سکتا ہے، تو اس پر لازم ہے کہ جناست کو دھولے، اور دونوں پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے

دونوں اس سے ساقط نہ ہوں گے، بلکہ جتنے پر قادر ہے اس کا کرنا ضروری ہے، لہٰذا نجاست کو دور کرنا مقدم ہونے کی وجہ سے اس سے دور کرلے اور حدیث (وضو) کے لئے تیّمم کرلے۔[74]

خلاصہ

شریعت میں ابتدائی طور پر عزیمت مطلوب ہے کیونکہ یہی اصل ہے لیکن اگر عزیمت پر عذر شرعی کی بن پر عمل کرنا ممکن نہ ہو تو شریعت نے مشکلات کے خاتمے کے لئے متبادل اور بدل کو تخلیق کیا کیونکہ اب یہی صورت قابل عمل ہے اور اسی کے ذریعے آسانی پیدا کر کے مشکلات کا خاتمہ ممکن ہے۔ یہاں یہ مد نظر رہنا چاہئے کہ شریعت میں جہاں ہر تخفیف اور سہولت کا انتظام کیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ یہاں پر ایسی مشقت ہے جو معمول کی حدود سے باہر ہے اگر مشقت ایک معقول حد کے اندر ہو تو اس میں تخفیف کی ضرورت نہیں رہتی۔

References

[1]Abu al-Fadhl Jamāl al-Dīn Muhammah Ibn Mukarram Ibn ʻAlī Ibn Ahmad Ibn Manzūr al-Ifrīqī, *Lisān al-Arab* (Beirūt: Dār Sādir, 1414AH), 8:245.

[2] Rāghib al-Isfahānī, *Al-Muradāt fī Gharībal-Quran* (Beirūt: Dār al-Qalam, 1412AH), 548.

[3] Shams al-Dīn Muhammad Ibn Ahmad al-Khatīb al-Shrabīnī, *Mughnī al-Muhtāj* (Beirūt: Dār al-Kutub al-Ilmiyyah, 1994), 1: 154.

[4] Abū al-Ḥusain Ahmad Ibn Fāris Ibn Zakariya , *Mu'jam Maqāyīth al-Lughah* (Beirūt: Dār al-Kutub al-Ilmiyyah, 1994), 2: 500.

[5] Abd al-Wahhāb ʻAlī Ibn ʻAbd al-Kāfī Tāj al-Dīn al-Subkī , *Raf' al-Ḥājib 'An Muktaṣar Ibn al-Ḥājib* (Beirūt: Dār al-Kutub al-Ilmiyyah, 2008), 2: 24.

[6] Islamic Fiqh Academy, *Al-Mawsūʻah al-Fiqhiyah* (India: Islamic Fiqh Academy, n.d), 14: 243.

[7] Ahmad Ibn Muhammad Ibn ʻAlī, Al-Misbāḥ al-Minīr fī Sharh al-Kabīr (Cairo: Dār al-Maʻārif, n.d), 2: 492.

[8] ʻAlī IbnMuhammad Ibn ʻAlī al-Zain al-Sharīf al-Jurjānī, Kitāb al-Taʻrīfāt (Beirūt: Dār al-Kutub al-Ilmiyyah, 1983), 171.

[9]Al-Shrabīnī, *Mughnī al-Muhtāj, 1:8.*

[10] Abū al-Fadhl ʻAbdullah Ibn Mahmūd Al-Iktiār Taʻlīl al-Mukhtār (Beirūt: Dār al-Kutub al-Ilmiyyah, 1983), 2:8.

[11] 'Abd al-'Alī Muhammad Ibn Nizām al-Dīn Muhammad al-Ṣiḥalvī al-Anṣārī, Fawatih al-Rahmūt bi Sharh Musallim al-Thubūt (Beirūt: Dār al-Kutub al-Ilmiyyah, 2002), 2:156.

[12] Wahbah al-Zuhaylī, Al-Fiqh al-Islāmī wa Adilatuhu (Karachi: Dār al-Ishāt, 2012), 5:392.

[13] Jameel Ahmad, Quwwat al-Akhyār fī Sharh al-Anwār (Karachi:Qadīmī Kutub Khāna, 1992), 2:223.

[14] Jameel Ahmad, Quwwat al-Akhyār fī Sharh al-Anwār, 1: 180.

[15]Ibrāhīm Ibn Mūsa al-Shātib*, Al-Muwafaqāt fī Uṣūl al-Shrai'ah* (Lahore: Markaz al-Tahqeeq Diā Singh Trust Library, 1993) 1: 391.

[16] Al-Baqarah 2: 286.

[17] Ibn Nujaim, Zain Al-Dīn Ibn Ibrāhīm Ibn Muhammad, Al-Ishbāh wa Al-Naẓā'ir(Beirūt: Dār al-Kutub Al-'Ilmiyah,1999), 83.

[18] Al-Mā'dah 5: 6.

[19] Badar Al-Dīn Zarkashī, Al-Manshūr Fī Al-Quwā'id Al-Faqhiyah (Kūwait: Wazārat Auqāf wa Al-Shaun Al-Islāmiya, 1985),1: 225.

[20]Zarkashī, Al-Manshūr Fī Al-Quwā'id Al-Faqhiyah, 1: 178.

[21] Zarkashī, Al-Manshūr Fī Al-Quwā'id Al-Faqhiyah, 1:225.

[22] ' Az Al-Dīn Abdul Al-Azīz, Qawā'id Al-Aḥkām Fī Muṣliḥ Al-Anām (Cairo: Maktabah al-Kulliyah al-Azhariyah, 1991), 2: 5.

[23]Ibn Ḥajar 'Asqalānī, Fatḥ Al-Bārī Sharaḥ ṣaḥīḥ Al-Bukhārī(Rayaḍ: Maktbah Al-Fahad, 2001), 13: 251.

[24] Abdul Raḥmān IbnAbī Bakar Jalāl Al-Dīn Al-Sayūtī, Al-Ishbāh wa Al-Naẓā'r(Beirūt: Dār al-Kutub Al-'ilmiyah, 1990), 180.

[25] Abī Isḥāq Ibrāhīm Ibn Mūsā, Al-Mawāfqāt Fī Uṣūl Al-Sharī'ah, 2: 351.

[26]Ibn Nujaim, Qawā'id Fiqhiyah(Lahore: Maktbah A'la Haḍrat, 2015), 54.

[27] Al-Baqrah 2: 185.

[28] Al-Ḥajj22: 78.

[29] Ibn Nujaim, Qawā'id Fiqhiyah, 54.

[30] Ibn Nujaim, Qawā'id Fiqhiyah, 78.

[31]Al-Naḥal 16: 7.

[32] Qal'ah Jī Muhammad Rawās, Mu'jam Lughah al-Fuqahāh (Beirūt: Dār al-Nafā's, 1988), 24.

[33]Abū Ibrāhīm Ibn Mūsā, Al-Mawāfqāt Fī Uṣūl Al-Sharī'ah, 2: 283.

[34] Al-Qamar 54: 17.

[35]Muhammad Ibn Ismā'īl Bukhārī, Al-Jāmi' Al-Musnad Al-Mukhtasar Min Umūr Rusūl Allah, Ḥadīth: 69.

[36]Muhammad Ibn Ṣāliḥ, Al-Qawā'id al-Fiqhiyah(Lahore: Al-Badar Publisher, 2019), 32.

[37]Abdul Azīz Ahmad Ibn Muhammad Al-Bazdawī, Kashaf Al-Asār 'An Uṣūl Fakhar Al-Islām Al-Bazdawī (Beirūt: Dār al-Kutub Al-'Arbī, 2008), 4: 538.

[38] Al-Bazdawī, Kashaf Al-Asār 'An Uṣūl Fakhar Al-Islām Al-Bazdawī,4: 583.

[39] Aḥmad Ibn Muhammad Makkī Al-Ḥamwī Al-Ḥanwī, Ghamaz ' Uyūn Al-Baṣā'ir Fī Sharḥ Al-Ishbāh wa al-Naẓāir (Makkah: Dār Al-Bāz, 1985), 1: 247.

[40] Ibn Nujaim, Qawā'id Fiqhiyah ,335.

[41]Amīr Bādshāh Muhammad Amīn, Taisīr Al-Taḥrīr(Makkah: Dār al-Bāz), 4: 304.

[42] Ibn Nujaim, Qawā'id Fiqhiyah, 335.

[43] Muhammad Ibn Ṣāliḥ, Al-Qawā'id Al-Faqīh ,36.

[44] Al-Baqrah2: 280.

[45]Wahbah Zuḥailī, Naẓriyah Al-Ḍamīn(Beirūt: Dār al-Fikar,1998), 123.

[46]Ibn Ṣāliḥ, Al-Qawā'id al-Fiqhiyah, 60.

[47] Ibn Nujaim, Al-Ishbāh wa Al-Naẓā'ir, 102.

[48] Al-An'ām6: 119.

[49]Al-Baqrah2: 73.

[50] Abūbakar Ibn Aḥmad 'Alī Al-Rāzī, Aḥkām Al-Qurān(Beirūt: Dār Aḥyā al-Turāth Al-'Arbī, 1992), 1: 160.

[51]Zarkashī, Al-Manthūr Fī Al-Qūwā'id Al-Fiqhiyah, 2: 319.

[52] Qal'ah Jī Muhammad Rawās, Mu'jam Lughah Al-Fuqahāh, 1: 34.

[53] Qal'ah Jī Muhammad Rawās, Mu'jam Lughah Al-Fuqahāh, 1: 34.

[54] Qal'ah Jī Muhammad Rawās, Mu'jam Lughah Al-Fuqahāh, 1: 220.

[55] Ibn Nujaim, Qawā'id Fiqhiyah, 108.

[56] Ibn Ṣāliḥ, Al-Qawā'id Al-Fiqhiyah, 64.

[57] Al-Baqrah2: 173.

[58] Shabīr Aḥmad 'Uthmānī, Tafsīr 'Uthmānī (Karachi: Dār Al-Ashā't, 2007), I: 145.

[59] 'Alī Ḥaidar, Durr Al-Aḥkām Sharḥ Majallah Al-Aḥkām (Saudi Arab: Dār 'aālam Al-Kutub, 2003),1: 43.

[60] Muammad Amīn Ibn 'Umar Ibn Al-'Azīz Ibn 'Aābidīn Shāmī, Al-Durr Al-Mukhtār wa Ḥāshiyah (Beirūt: Dār al-Fikar,1992),6: 51.

[61] Qaḍi Samāwiyah Muhammad Ibn Isrā'īl, Jām' Al-Faṣūlīn, 2: 28.

[62] Ibn Nujaim, Qawā'id Faqhiyah, 304.

[63] Aḥmad Ibn Muhammad Makkī Al-Ḥamwī Al-Ḥanwī, Ghamaz ' Uyūn Al-Baṣā'ir Fī Sharaḥ Al-Ishbāh wa Al-Naẓāir(Makkah: Dār Al-Bāz, 1985), I: 247.

[64] Na' y Masā'l Aur Fiqah Accadmy ky Faṣly (Nai Dehlī: Aīfā Pbulisher, 2006), 158.

[65] 'Alī Ḥaidar, Durr Al-Aḥkām Sharḥ Majallah Al-Aḥkām 1: 39.

[66] Ibn Nujaim, Qawā'id Fiqhiyah, 362.

[67] Ibn Nujaim, Qawā'id Fiqhiyah, 115.

[68] 'Alī Ḥaidar, Durr Al-Aḥkām Sharḥ Majallah Al-Aḥkām 1: 423.

[69] Ibn Nujaim, Qawā'id Fiqhiyah, 315.

[70] Ibn Nujaim, Qawā'id Fiqhiyah, 437.

[71] Abdul Raḥmān IbnAbī Bakar Jalāl Al-Dīn Al-Sayūtī, Al-Ishbāh wa Al-Naẓā'r(Beirūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1990), 159.

[72] 'Alī Aḥmad Al-Nadvī, Al-Qawā'd Al-Fiqhiyah, 285.

[73] 'Alī Aḥmad Al-Nadvī, Al-Qawā'd Al-Fiqhiyah,339.

[74] Ibn Nujaim, Qawā'id al-Fiqhiyah, 344.